آئینہ انجمن

صفر المظفر 1445ھ، ستمبر 2023ء

شمارہ نمبر: 55

رابطہ: 7 - 34993436 - 021

www.QuranAcademy.edu.pk

انجمن خدّامُ القرآن سندھ، کراچی رجسٹرڈ

B-375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔

اہم موضوعات

ڈاکٹر محمد الیاس
تہذیب و ثقافت اور اسلام
صفحہ نمبر: 03

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
ملفوظاتِ صدر مؤسس انجمن خدّام القرآن، کراچی
صفحہ نمبر: 06

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ
اقتباسِ نگران انجمن خدّام القرآن، کراچی
صفحہ نمبر: 07

سید سلیم الدین
توبہ واستغفار
صفحہ نمبر: 10

راحیل گوہر صدیقی
فلسفہ خیر و شر اور حیات انسانی
صفحہ نمبر: 13

مولانا محمد آصف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انداز تنبیہ
صفحہ نمبر: 17

ریّان بن نعمان اختر
اسلامی جمہوریہ پاکستان: منظر و پس منظر
صفحہ نمبر: 21

شعبہ سندھی کتب و کورسز
سندھی زبان میں دینی لٹریچر کی اہمیت
صفحہ نمبر: 23

ماہانہ رپورٹ
انجمن خدّام القرآن سندھ کے تحت جاری سرگرمیاں
صفحہ نمبر: 26

B-375 علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔
انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی رجسٹرڈ

فرمان الٰہی جل جلالہ
و
فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (المائدة: 105)

ترجمہ : اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دیں گے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے۔

تشریح : اپنی اصلاح آپ کرو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کریں اور اپنی طاقت کے مطابق نیکیوں میں مشغول رہیں، جب وہ خود ٹھیک ٹھاک ہو جائیں گے تو برے لوگوں کا ان پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا خواہ وہ رشتے دار اور قریبی ہوں خواہ اجنبی اور دور کے ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں : مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عامل ہو جائے برائیوں سے بچ جائے تو اس پر گنہگار لوگوں کے گناہ کا کوئی بوجھ بار نہیں۔ مقاتل سے مروی ہے کہ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ ملتا ہے، بروں کو سزا، اچھوں کو جزا، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اچھی بات کا حکم اور بری باتوں سے منع بھی نہ کرے، کیونکہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں فرمایا : لوگوں تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کا مطلب غلط لیتے ہو سنو! میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگ جب بری باتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں نہیں روکیں گے تو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی عام عذاب آجائے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: «بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا، وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيْعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا». (صحيح مسلم)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : نیک کاموں کے کرنے میں جلدی کرو عنقریب تاریک رات کے حصوں کے مانند فتنے رونما ہوں گے، صبح کے وقت آدمی ایماندار ہے تو شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو ایماندار ہے تو صبح کو کافر ہو جائے گا، دنیا کے مال و متاع کے لیے دین کو فروخت کر دے گا۔

تشریح : اس میں قرب قیامت کی علامت کا بیان ہے کہ قیامت کے قریب پے در پے فتنوں کا ظہور ہوگا اور وہ فتنے ایسے ہولناک ہوں گے کہ آدمی اپنے دین و ایمان کو بھی بھول جائے گا پھر دنیا کے حاصل کرنے کی دوڑ میں ایسا لگے گا کہ دنیوی مفادات کے حاصل کرنے کے لیے اپنے دین و ایمان کا بھی سودا کرنے میں بھی کوئی تامل نہیں کرے گا، ایسے حالات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان والوں کو تلقین فرما رہے ہیں کہ ایسے وقت میں اعمال صالحہ میں تاخیر نہ کرنا بلکہ اس کو جلدی سے جلدی کرنے کی کوشش کرنا۔ (روضۃ الصالحین۔ محمد حسین صدیقی)

تہذیب و ثقافت اور اسلام

ڈاکٹر محمد الیاس

مدیر تعلیم، انجمن خدام القرآن، سندھ کراچی

عام طور پر ثقافت، تہذیب اور تمدن ہم معنی یا مترادف کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، جب کہ یہ جدا جدا الفاظ ہیں اور ان کے اپنے اصطلاحی مفاہیم مقرر ہیں۔ ثقافت کے معنی ہنر یا سیکھنے کے ہیں، انگریزی کے (culture) کا صحیح مترادف لفظ یہی ہے۔ کلچر کے معنی "ہل چلانا" یا "کھیتی باڑی" کے ہیں۔ اور اصطلاحاً "انسانوں کا طریقِ زندگی" یا اُن کے طرزِ حیات کو کہا جاتا ہے۔ جو انسان غیر جبلی طور پر یعنی سیکھ کر انجام دیتا ہے۔ گویا ثقافت ایک جامع اصطلاح ہے۔ جس میں انسانوں کا رہنا سہنا، ملنا جلنا، کھانا پینا اور سلیقہ سب کچھ آ جاتا ہے۔

تمدن (civilization) تہذیب کی ایک شاخ ہے، یہ لفظ "مدینہ" سے نکلا ہے۔ جس کے معنی شہر (City) کے اور باہم مل جل کر رہنے کے ہیں۔ تمدن کو شہروں کے حوالے سے پہچاننا ضروری ہے، یہ مدنی ثقافت ہے۔ غلطی سے ہم تمدن کی جگہ تہذیب کا لفظ ہڑپا اور موہنجوڈارو وغیرہ کے لیے استعمال کرتے ہیں تمدن ایک عارضی اور مقامی تہذیب کا نام ہے۔ ہر قوم اور علاقے کا تمدن (مدنی ثقافت) اس کے ساتھ نشوونما پاتا ہے اور مٹ جاتا ہے۔ تمدن وحشی بھی ہو سکتا ہے اور مہذب بھی۔ لیکن اس کا ثقافت میں پایا جانا ضروری ہے۔ دورِ جدید میں ثقافت کا لفظ تہذیب ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کیوں کہ غیر مہذب ثقافت کا دائرہ اب محدود ہو چکا ہے یا ممکن ہے کہ کسی وحشی قوم میں رائج ہو۔

اسلام اپنی ایک مخصوص ثقافت اور تہذیب و تمدن رکھتا ہے۔ چناں چہ جب ہم اسلامی ثقافت کا جائزہ لیں گے تو ان اصولوں کی بات کریں گے جو اسلام نے زندگی گزارنے کے لیے ہمیں دیے ہیں اور جنھیں سیکھ کر مسلمانوں نے اپنی زندگی کا رخ متعین کیا ہے۔ اسلام کی تہذیب کے مطالعہ سے وہ ایجادات، تخلیقات اور تحریرات بھی سامنے آئیں گی جو اسلام کی تحریک کے ذریعے سے وجود میں آئیں۔ اور تمدن کی بات ہوگی تو اسلام کے ان اصولوں پر نظر رکھنی ہوگی جن پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں نے اپنی شہری زندگی کو جاری و ساری کیا۔ اسلام اپنے وجود میں ایک مکمل ثقافت ہے، اس کا واحد معیار تقویٰ ہے جو زندگی کے طرز اور مظاہر ے کو پرکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی زبانی اور عملی طور پر توحید کا اقرار ہے اور اس اقرار پر اسلامی ثقافت کی پوری عمارت استوار ہوتی ہے۔ ہر وہ ثقافتی مظہر جس میں اللہ کی وحدانیت نمایاں ہو اور جس میں تقویٰ کی جھلک واضح ہو وہ اسلامی ثقافت کا مظہر ہے۔ اس کے بر خلاف ہر وہ طرزِ عمل جو اسلام کے بنیادی اصولوں کی نفی کرتا ہو وہ غیر اسلامی ہے خواہ مسلمانوں نے اسے کتنا ہی اپنے سینے سے لگا رکھا ہو۔

در حقیقت اسلامی ثقافت کے تمام سر چشمے قرآن و حدیث سے پھوٹتے ہیں۔ کتاب و سنت کے مطابق صحیح اسلامی زندگی ہی اسلامی ثقافت کا امتیازی نشان ہے اور اسلامی ثقافت کی روح تو وہ قومی روایات ہیں جو عہدِ رسالت ﷺ، عہدِ خلفائے راشدین، عہدِ صحابہ کرام، عہدِ تابعین اور

تبع تابعین کی یادگار ہیں۔ اسلام چوں کہ ایک عالم گیر مذہب ہے اور پورا عالَم اس کے وطن کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے دوسری قوموں کی ثقافت کی مانند اسلامی ثقافت نہ ملکی آب وہوا سے متاثر ہوتی ہے اور نہ جغرافیائی حدود کے اندر محدود ہوتی ہے۔ مسلم ثقافت چودہ سو سال سے ایک ہی منہج پر چلی آرہی ہے۔ اس کی بنیاد ناقابلِ تغیر اسلامی قانون پر رکھی گئی ہے جس کا ہر مسلمان پابند ہے۔ خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں رہتا ہو۔ نیک اور صالح مسلمان اپنے اعمال صالحہ، عمدگی معاملات، دیانت داری، خوش خُلقی، انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق جیسے اوصافِ حمیدہ سے فوراً پہچانا جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہے اور یہی اسلامی ثقافت کا بنیادی مظہر (Basic Phenomenon) ہے۔

قرآن اور ہم

بنت فیاض

طالبہ رجوع الی القرآن کورس (سال اول)، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرة: 02)

یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہدایت ہے پرہیزگار لوگوں کے لیے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا قرآن ہدایت ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں، اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اپنی خواہش نفس کی پیروی کو چھوڑ کر اللہ کی بندگی اختیار کرتے ہیں۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت ہے، انسان کو سیدھی راہ دکھانے والی ہے، قرآن ایک ایسی نصیحت ہے جو انسان کو بار بار یاد دلاتی ہے کہ اللہ کے بندے ہونے کا کیا تقاضا ہے، کہیں وہ انسان سے سوال کرتا ہے کہ اس کتاب میں تمہارے لیے نصیحت اور خیر خواہی کی باتیں ہیں آخر تم اس سے منہ موڑ کر کہاں جا رہے ہو؟

سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی کچھ صفات بیان کی ہیں جنہیں اگر ہم بغیر تزکیہ نفس اور بغیر غور فکر کے پڑھیں تو ممکن ہے کہ ہم مطمئن ہو جائیں کہ ہمارے اندر یہ سب صفات موجود ہیں مگر ان میں ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے "اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ پر اتارا گیا۔" یعنی قرآن پر مگر یہ کیسا ایمان ہے قرآن پر کہ ہم نے کبھی اسے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی!

اگر ہمارا بہت ہی قریبی شخص کسی اور زبان میں خط لکھ کر بھیجے تو کیا ہم اسے بغیر پڑھے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے میں نے پورے دل سے مانا؟ ہرگز نہیں! بلکہ ہم اسے سمجھنے کی پوری کوشش کریں گے تو پھر اللہ کی کتاب کے ساتھ ہمارا یہ رویہ کیوں ہے؟

قرآن تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت کے لیے دیا ہے، حق اور باطل میں فرق کرنے کے لیے دیا ہے، یہ شیلف پر رکھنے کے لیے نہیں بلکہ دل میں رکھنے کے لیے تھا، ہم نے اپنے گھروں میں تو قرآن کو سب سے اوپر رکھ دیا مگر اپنی زندگی میں سب سے نیچے رکھا ہے، ہمیں تو قرآن کے مطابق اپنی زندگی کو گزارنا تھا، ہمیں اسے پڑھ کر اپنے رب کو ڈھونڈنا تھا، ہمیں اس کی آیات کو ڈیکوریشن پیپیز پہ لکھوا کر دیوار پر لٹکانا نہیں تھا بلکہ اپنے نبی ﷺ کی وصیت کے مطابق دوسروں تک پہنچانا تھا۔ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً "پہنچاؤ میری جانب سے خواہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو" (صحيح البخاري، رقم: 3461)

مگر دنیا کی مشکل ترین کتابیں ہم نے پڑھ لیں بس ایک کتاب جو ہم پڑھ نا سکے وہ قرآن ہے! اگر ہم دنیا اور آخرت کی کامیابی چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن سے جڑنا ہوگا اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہوگا اس کے احکامات کو ماننا ہوگا اس کی حرام کردہ چیزوں کو ترک کرنا ہوگا اور اسے سمجھنے اور پڑھنے کے لیے وقت نکالنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانے کی توفیق دے۔

مکتبہ خدام القرآن لاہور

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہٗ
و
نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اے خدائے لم یزل، اے خالق ارض و سما
کن کہنے پر دو عالم تونے قائم کر دیے
خاک سے پیدا کیا تونے اس انسان کو
ہم تیرے بندے ہیں یا رب اور تو معبود ہے
تیری رحمت، تیری قدرت، تیری حکمت کے نثار
حمد کر، مولا کی فاتح جتنی تجھ سے ہو سکے

کرسکوں تعریف تیری اتنی طاقت ہے کہاں
عرش و کرسی، جنت و دوزخ، زمین و آسماں
اور بخشے ہیں اسے تونے دماغ و قلب و جاں
ہم خطا پیشہ ہیں آقا اور تو ہے مہرباں
تیرے انوارِ مبارک سے منور ہے یہ جہاں
مانگ رب سے، آس رکھ پھر دیکھ رحمت کا سماں

ظہور احمد فاتح

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میرے آقا مدینے میں مجھے بھی اب بلا لیجیے
مہکتی ہیں وہ گلیاں جن سے آقا آپ گزرے ہیں
لڑی سانسوں کی یہ آقا نہ جانے کب بکھر جائے
دکھوں نے گھیر رکھا ہے غموں کی دھوپ ہے سر پر
عقیدت سے بنا نعلین جس در سیدہ آئیں
ستاروں سے، کہکشاؤں سے مدینے کی غبار اچھی ہے

ترستی ہیں میری آنکھیں مجھے روضہ دکھا دیجیے
مجھے بھی اُن گلی کوچوں میں رہنے کی جگہ دیجیے
بلا لیجیے مدینے میں اور قدموں میں بسا لیجیے
ٹھکانہ گنبدِ خضری کے سائے میں عطا کیجیے
مجھے بھی سید الشہداء کی وہ چوکھٹ دکھا دیجیے
یسر ہو اگر کاتب تو آنکھوں سے لگا لیجیے

یوسف حسین کاتب

ملفوظاتِ صدرِ مؤسّس انجمن خدام القرآن، کراچی

قول و عمل کا تضاد

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

قول و عمل کا تضاد اس لیے ہوتا ہے کہ انسان جو کچھ کہہ رہا ہوتا ہے اس پر اس کو ذاتی یقین حاصل نہیں ہوتا۔ وہ جس بات کا دعویٰ اور اعلان کرتا ہے اُس پر عمل اس لیے نہیں کرتا کہ اس کی حقیقی سوچ وہ نہیں ہوتی۔ قول و فعل کے تضاد کی سب سے بڑی مثال ہم مسلمانوں کا طرزِ عمل ہے۔ ہماری عظیم اکثریت اس وقت جن چیزوں کو ماننے کی مدعی ہے، وہ اکثر و بیشتر لوگوں کے ہاں صرف ایک عقیدہ کی حد تک ہیں اور بندھی پوٹلی کی صورت میں دماغ کے کسی گوشے میں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ عقیدہ اُن کے فکر میں پیوست شدہ اور اُن کی سوچ میں سرایت کیے ہوئے نہیں ہے۔ بہر حال میں یہاں "فکر" کا لفظ استعمال کر رہا ہوں اور لوگوں کے فکر و عمل میں تضاد صرف استثنائی حالات ہی میں نظر آئے گا عام حالات میں ایسا نہیں ہوتا۔

(بحوالہ: اسلامی نظام کی نظریاتی اساس)

اقتباس نگرانِ انجمن خُدّامُ القرآن، کراچی

شرعی احکام کی پابندی میں عافیت ہے

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

اگر ہم اپنی ذات میں، اپنے گھروں میں، اپنے رشتے داروں میں جہاں جہاں ہمارا اختیار چلتا ہے وہاں شرعی احکام کی پابندی کرواتے ہیں تو اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے، ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کا فائدہ ہے۔ ورنہ نسلیں تباہ ہوجائیں گی۔ حیا صرف عورت کا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ مرد کے لیے بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا گہرا اور کڑوا جملہ ہے کہ زنا ایک قرض ہے تم کروگے تو لوٹانا بھی پڑے گا۔ تمہارے اپنے گھر کے اندر مسئلہ پیدا ہوگا اور حدیث میں الفاظ یہ ہیں کہ تم پاکیزگی اختیار کرو، اللہ تمہارے گھر والوں کو پاکیزگی کی توفیق عطا فرمائے گا۔ لہذا حیا کا مسئلہ صرف مرد اور عورت کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ ہماری نسلوں کے مستقبل اور اُن کی بقا کا مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن سب باتوں کو سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(خطاب مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور، 4 اگست 2023ء)

تاجِ رسالت ﷺ کے انمول نگینے

اُمُّ المؤمنین سیدہ حفصہ بنتِ عمر رضی اللہ عنہا

محمد ارشد

(استاذ قرآن اکیڈمی یسین آباد)

ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ پر ظہور نبوت سے تقریباً پانچ سال پہلے قبیلہ قریش کی شاخ بنو عدی میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا قبیلہ قریش کے چند با اثر اور معزز قبائل میں شمار ہوتا تھا۔ دیگر قبائل آپ کے قبیلے کو ثالثی اور سفارت کے لیے منتخب کرتے تھے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب نویں پشت میں عدی کے ساتھ جا کر نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہے جو کہ جلیل القدر صحابی سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں جن کو نبی کریم ﷺ نے السلف الصالح کے لقب سے نوازا، آپ پہلے صحابی ہیں جو جنت البقیع میں مدفون کیے گئے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو جرأت و بہادری اور عزیمت اپنے والد گرامی سے ورثہ میں ملیں تھیں اس کے علاوہ آپ مکہ کے ان چند لوگوں میں سے تھیں جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ تقریباً دس سال کی عمر میں والد گرامی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبول اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوئیں۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح سیدنا خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جو کہ السابقون الاولون کے شرف سے مشرف ہیں اور جنھیں حبشہ اور مدینہ کی ہجرت کی سعادت حاصل ہے۔ ہجرت حبشہ سے واپسی پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ سے ہوا اور اس کے بعد اس مبارک جوڑے نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔ ہجرت مدینہ کے بعد حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے میدان میں سنہ ۲ ہجری میں ہوا جس کو قرآن نے یوم الفرقان کہا۔ سیدنا خنیس رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے لیکن ایک کاری ضرب آپ کو ایسی لگی کہ مدینہ واپس آنے کے بعد باوجود علاج و معالجہ کے آپ جانبر نہ ہوسکے اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ محض اکیس سال کی عمر میں بیوگی کا جو صدمہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو سہنا پڑا وہ کوئی آسان نہیں تھا اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی عدت کی مدت مکمل ہونے کے بعد آپ کے نکاح ثانی کی فکر لاحق ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ ان کی لخت جگر کا گھر جلد سے جلد دوبارہ آباد ہوجائے چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صاحبزادی کے لیے مناسب رشتے کی تلاش شروع کی۔

انہی دنوں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اللہ کے نبی کریم ﷺ کی نور نظر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنی حیا، پاک دامنی اور عفت کے حوالے سے پورے مکہ میں مشہور تھے چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی آپ نے سوچنے کے لیے کچھ وقت مانگا اور بعد میں یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ فی الحال میرا شادی کا ارادہ نہیں۔ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کی آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات سنی لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔ انتہائی رنجیدگی کے عالم میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ

کے پاس تشریف لائے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ اس پر لسان رسالت ﷺ سے سیدنا عمر کے لیے ایسی خوشخبری عطا ہوئی کہ آپ کو کوئی ملال نہ رہا آپ ﷺ نے فرمایا "حفصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو ابو بکر و عمر سے بہتر ہے اور عثمان کی شادی اس خاتون سے ہوگی جو حفصہ سے بہتر ہے۔" چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد نبی کریم ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیام نکاح بھیجا جسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بسر و چشم قبول کیا۔

شعبان ۳ ہجری میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ۴۰۰ درہم حق مہر کے عوض انجام پایا اور تقریباً ۲۲ سال کی عمر میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ام المومنین بنیں۔ شادی کے بعد اماں حفصہ رضی اللہ عنہا جس مکان میں منتقل ہوئیں وہ مسجد نبوی کے مشرقی جانب تھا۔

اماں حفصہ رضی اللہ عنہا کچھ اوصاف والد گرامی سے وراثتاً لے کر نبی کریم ﷺ کے عقد میں آئیں تھیں جن میں جرأت و بہادری، معاملہ فہمی، حق گوئی، دور اندیشی، زورِ خطابت اور فصاحت و بلاغت جیسے اعلیٰ اوصاف شامل ہیں اور اللہ کے نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس مقصد سے مبعوث فرمایا تھا اس مقصد کے حصول کے لیے خواتین کی تعلیم و تربیت کی اہمیت نبی کریم ﷺ پر پوری طرح واضح تھی، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اماں حفصہ رضی اللہ عنہا کے ان اوصاف کو مزید نکھارنے پر خصوصی توجہ فرمائی۔ اللہ کے نبی کریم ﷺ جہاں ہر اعتبار سے ہمارے لیے اسوہ ہیں وہاں آپ ﷺ کے گھرانے اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی عملی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

عرب کا وہ معاشرہ جہاں انسانیت اور اعلیٰ اقدار ناپید تھیں بالخصوص عورتوں کے ساتھ جو ظالمانہ رویہ رکھا جاتا تھا اس ماحول میں نبی کریم ﷺ نے خواتین کے بنیادی حقوق کے لیے اصلاحات فرمائیں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ نہ صرف خود مثالی حسن سلوک فرمایا اس سے آگے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کو شرافت اور خیر کا مظہر قرار دیا۔ خواتین کو اظہار رائے کا حق دیا۔ یہی وجہ تھی کہ امت کی مائیں پورے اعتماد اور بے تکلفی سے اپنے مطالبات نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتیں اور معاشرتی معاملات میں اپنی رائے کا بلا تکلف اظہار کرتیں۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ شان رسالت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ اپنی بات بے جھجک پیش کر دیا کرتی تھیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی کریم ﷺ کا قول نقل فرماتے ہیں: اللہ کے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اے حفصہ! ابھی جبرائیل امین میرے پاس آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں: بے شک وہ (حفصہ رضی اللہ عنہا) بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور راتوں کو بہت زیادہ قیام کرنے والی ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ ﷺ کی اہلیہ ہیں"۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب اسلامی سلطنت کی حدیں وسیع ہوئیں اور تلاوت قرآن میں لہجوں کا اختلاف ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشویش کا شکار ہوئے۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اماں حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ ہمیں وہ مصحف جو کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لکھوایا تھا اور آپ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور اب آپ کے پاس موجود ہے عنایت کر دیں تاکہ اس کے مطابق نسخے تیار کر لیے جائیں اس کے بعد یہ مصحف آپ کو واپس کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اسی مصحف کے مطابق قرآن حکیم کے نسخے تیار کیے گئے۔ اس امت پر امت کی ماں کا یہ ایسا عظیم احسان ہے جس کا بدلہ یہ امت قیامت تک نہیں چکا سکتی۔ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۶۰ سال کے قریب ہوئی تو بھائی سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بلا کر اپنے مال و جائیداد کو فی سبیل اللہ صدقہ کر دینے کی وصیت فرمائی۔ امت کی اس ماں نے شعبان ۴۵ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت تھا اور مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا اسی نے ام المومنین کی نماز جنازہ پڑھائی، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قبر تک کاندھا دیا۔ دو بھائیوں اور تین بھتیجوں نے ام المومنین کو قبر میں اتارا۔ جنت البقیع میں دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پہلو میں آپ کو مدفون کیا گیا۔

توبہ و استغفار

سید سلیم الدین

مدیر، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تمام بنی آدم خطا کار ہیں، اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو کثرت سے توبہ کرتے ہیں۔" (ترمذی، ابنِ ماجہ)

توبہ کے معنی ہیں لوٹ آنا، پلٹ آنا، اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ انسان کی فطرت میں برائی اور بھلائی یا شر اور خیر کا خمیر اس کی تخلیق کے وقت ہی رکھ دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے:

"اور پھر اُس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کی سمجھ دی۔" (الشمس: 08)

گویا اس کی ساخت میں برائی اور اچھائی دونوں عناصر موجود ہیں۔ چنانچہ یہ اس کی جبلت میں شامل ہے کہ اسے بعض اوقات غصہ آتا ہے، وہ تراغیب کے ہاتھوں ہتھیار ڈال دیتا ہے اور اُن لوگوں کو نقصان پہنچانے پر تل جاتا ہے جو کمزور ہیں اور اپنے دفاع اور انتقام کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔ اسی طرح انسان کی اچھائیوں میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ برا کام کرنے کے بعد اس پر پچھتاتا ہے اور یہ احساس بڑھ جائے تو اس نقصان کے ازالے کی کوشش کرتا ہے۔

اسلام گناہوں کو دو درجوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک وہ گناہ جو اللہ کے حقوق کے خلاف کیے جائیں، جس میں کفر، نماز میں غفلت، اور دیگر عبادات میں کوتاہی شامل ہیں۔ اور دوسرے وہ گناہ جو بندوں کی حق تلفی کی صورت میں کیے جائیں۔ اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے انسانوں کے خلاف کیے گئے گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ ان گناہوں یا جرائم کو حقوق العباد (Human Rights) کہتے ہیں۔ اگر کوئی انسان کسی دوسری مخلوق سے زیادتی کرتا ہے خواہ وہ انسان ہو، حیوان ہو یا کوئی اور، تو وہ دراصل دہرے جرم کا ارتکاب کرتا ہے، ایک تو متاثرہ ہستی پر ظلم کا جرم اور دوسرے اللہ کے خلاف جرم! کیوں کہ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی بھی خلاف ورزی ہے، اسی طرح جب کسی دوسری مخلوق سے ناانصافی یا اس کے خلاف کسی جرم کا ارتکاب ہوتا ہے تو مجرم کو نہ صرف متاثرہ شخص کے نقصان کا ازالہ کرنا ہوگا بلکہ اللہ سے بھی معافی مانگنی ہوگی۔ چنانچہ انسان کے لیے لازمی ہے کہ وہ حقوق اللہ کے سلسلے میں فوری طور پر رجوع کرے اور صدق دل سے توبہ کرے، اللہ پاک ایسی توبہ لازماً قبول کرتے ہیں۔ البتہ معاملہ اگر بندوں کے حقوق کا ہو اور ان پر کسی بھی اعتبار سے زیادتی کی ہو تو فوری طور پر اس متاثرہ شخص سے معافی طلب کرنی چاہیے یا اس سے قرض وغیرہ لیا ہے تو اس کی فوری ادائیگی لازمی ہے۔ یہ طرز عمل ایک صالح انسان کی عکاسی کرتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"اللہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو نادانی میں بری حرکت کر بیٹھے ہوں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی فرماتا

ہے۔" (النسآء: 17)

کثرتِ گناہ کے بعد بھی اگر سچی توبہ کی جائے تو قبول ہوتی ہے اس لیے کہ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے :

"اے نبی (ﷺ)! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔" (الزمر: 53)

البتہ انسان کی موت کے وقت توبہ ہر گز قبول نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ موت کو سامنے دیکھنے کے بعد توبہ کرنا اللہ کے ہاں معتبر نہیں ہوتا۔ فرمانِ الٰہی ہے :

"ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) برے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آ موجود ہو۔ تو اس وقت وہ کہنے لگے ، میں توبہ کرتا ہوں۔ اور نہ ان کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مرے۔ ایسے لوگوں کے لیے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (النسآء: 18)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : "بے شک اللہ بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک اس پر نزع کی کیفیت طاری نہ ہو۔" (ترمذی)

جس طرح دنیا میں ردّ و قبول کے کچھ اصول ہوتے ہیں، اسی طرح مقبول توبہ کی بھی کچھ شرائط ہیں ان کو پورا کیے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی۔ حدیث مبارکہ میں توبہ کی چار شرائط بیان ہوئی ہیں۔

(1) حقیقی ندامت اور افسوس (2) آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ (3) گناہ کو فوری طور پر ترک کردینا (4) اللہ کے کسی بندے کے ساتھ زیادتی کی صورت میں اس کا حق لوٹانا یا اس سے معاف کرانا، یہ وہ شرائط ہیں جن پر عمل کی صورت میں اللہ سے امید کی جاسکتی ہے کہ اپنے فضل و کرم سے وہ توبہ کو قبول فرمالے گا۔

گناہوں کی تلافی کے لیے ایک تیر بہدف نسخہ وہ ہے جسے استغفار کہتے ہیں یعنی اللہ سے مغفرت طلب کرنا۔

استغفار بلند ترین مقامِ عبدیت ہے : استغفار صرف گناہ گاروں ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ اعمالِ صالحہ کی بلندی کے لیے بھی ضروری ہے۔ رسولِ مکرم ﷺ جو پوری انسانیت میں بلند ترین پاکیزگی کے حامل انسان تھے جن سے کسی خطا کا صدور ممکن ہی نہ تھا کیوں کہ وہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہوتے تھے ان کے بارے میں امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ :

"رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد تین بار استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ کہا کرتے تھے۔"

استغفار آدمیت کی علامت ہے : ارشادِ ربانی ہے : "پس سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کلمات تو اللہ نے اُن کی توبہ قبول کی۔" (البقرۃ: 37)

اس کے بر عکس معکوس شکل میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے انحراف کرنا تکبر کی علامت ہے اور اپنی غلطی پر پشیمان نہ ہونا نری ابلیسیت اور شیطنت ہے۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے بجائے ابلیس نے کہا کہ :

"اے اللہ جو تو نے مجھے گمراہ کیا ہے تو اب میں لازماً بیٹھوں گا اُن کی گھات میں جو تیرے راستے پر ہوں گے۔" (الاعراف: 16)

غلطی آدم سے بھی ہوئی تھی لیکن انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کرلی۔ گویا آدمیت اپنی غلطی کو تسلیم کرلینا ہے، شرمسار ہونا ہے، معافی طلب کرلینا ہے۔ بقول اقبال :ؔ

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"شیطان نے کہا کہ اے رب! قسم ہے تیری عزت کی کہ میں تیرے بندوں کو بہکاتا رہوں گا، جب تک کہ اُن کی روحیں ان کے جسموں میں رہیں گی۔ اس پر اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال اور رفعت و عزت کی قسم، میں بھی اُن کو بخشتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے۔" (مشکوٰۃ)

استغفار آخرت میں تو انسان کی نجات کا ذریعہ ہے ہی لیکن یہ اس رنگ و بو کی دنیا میں بھی اُس کی فلاح کے لیے فائدہ مند ہے۔ "حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص پابندی کے ساتھ استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر غم سے نجات اور ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔" (ابو داؤد)

انسان اس دنیا میں طرح طرح کی مشکلات میں بتلا رہتا ہے کہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ چناں چہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کئی شخص آئے جنھوں نے تنگ دستی، خشک سالی، اولاد کی نعمت سے محرومی، زمین کی پیداوار میں کمی کی شکایت کی تو آپ نے ہر شخص کو صرف ایک ہی مشورہ دیا کہ استغفار کرو۔ حاضرین نے اتنے لوگوں کو ایک ہی جواب پر تعجب کا اظہار کیا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ نوح کی ان آیات کا حوالہ دیا جس میں حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے اپنی قوم کی شکایت کرتے ہوئے کہا:

"تو میں نے کہا اپنے رب سے استغفار کرو بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر موسلا دھار برستے بادل بھیجے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔" (نوح: 12 - 10)

توبہ اور استغفار اللہ ربّ العزت کی بندوں کے لیے وہ عظیم نعمت ہے جس کے ذریعے سے بندے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کر کے اللہ کے غضب سے بچنے کی راہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر یہ نعمت خداوندی حاصل نہ ہوتی تو گناہ گار کس عبرت ناک انجام سے دوچار ہوتے اس کا تصور بھی کرنا ممکن نہیں۔

قصور و خطا انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ اس سے خبردار اور محتاط رہنا لازم ہے، مگر گناہ سرزد ہونے کی صورت میں اللہ کی بارگاہ میں پلٹنا، توبہ و استغفار کرنا، اپنے قصور کا اعتراف کر کے معافی مانگنا، اس کی تلافی اور اصلاح کرنا ہی بچاؤ اور دین و دنیا کی سلامتی کا واحد راستہ ہے۔ بندگانِ خدا سے مطلوب توبۃ النصوح ہے۔ ایک سچی، کھری پر عزم اور آئندہ نہ کرنے کے پختہ ارادے کی توبہ۔ قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ:

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ توبہ کے بے شمار کھلے دروازوں اور مواقع کے باوجود توبہ نہیں کرتے؟" (المائدہ: 74)

توبہ نہ کرنا اور اللہ سے آس و امید پر بیٹھے رہنا کہ اللہ معاف کر دے گا، درست رویہ نہیں۔ یہ خام خیالی اور حد درجہ جہالت و حماقت ہے کہ انسان گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے اور توبہ سے منہ موڑے رکھے اور اللہ پر توقع اور امید باندھے کہ وہ توبہ کے بغیر ہی اس کے گناہ دھو ڈالے گا۔

اہلِ ایمان کو توبہ و مغفرت طلبی کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ:

"اے ہمارے رب! ہدایت و راستی عطا کرنے کے بعد دلوں کو ہر قسم کی فکری و عملی کجی، خرابی، ٹیڑھ اور گندگی و آلودگی سے بچاتے رہنا۔ اور اپنی رحمت سے نوازتے رہنا، بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔" (آلِ عمران: 08)

اخذ و انتخاب:

1۔ اسلام کیا ہے؟......ڈاکٹر محمد حمید اللہ

2۔ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو!......ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم

فلسفۂ خیر و شر اور حیات انسانی

راحیل گوہر صدیقی

معاون شعبہ تصنیف و تالیف، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اس دنیا میں خوشی اور غم کے پیمانے ہر شخص کے لیے الگ ہیں، اکثر ایک کی خوشی دوسرے کے لیے غم یا دکھ کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح ہر انسان کے نزدیک خیر و شر کے پیمانے اور اس کے احساسات جدا جدا ہیں۔ بظاہر تو خیر وہ ہے جو انسانوں کی اجتماعیت کے لیے پسندیدہ اور قابلِ قبول ہو جب کہ معکوس شکل سوادِ اعظم کے لیے ناقابلِ قبول اور کراہیت آمیز ہو۔ دراصل انسان خیر و شر دونوں کی بیک وقت صلاحیتوں کا حامل ہے، جو بلاواسطہ ربّ کائنات سے انسان کی طرف منتقل ہوئی ہیں۔ پس، فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا (الشمس:08) اس کی دلیل ہے۔

اس دنیوی زندگی میں انسان کے افعال کی دو ہی صورتیں ہیں: فطری اور اخلاقی یا دیگر الفاظ میں اعضا کے افعال اور دل کے افعال۔ چنانچہ ہمارا عمل اسی صورت میں اخلاقی ہو سکتا ہے جب ہم اس کو حالتِ اختیار میں کریں نہ کہ کسی کے دباؤ کے زیرِ اثر۔ اخلاقی فعل انسان کی اکتسابی مِلک ہے اور اس کے برخلاف علم وہبی ہے، جس میں سے کچھ تو وحی کے ذریعے سے اور کچھ روشنی طبع سے عطا ہوا ہے۔ اگرچہ نزولِ وحی سے پہلے بھی انسان پر یہ فرض تھا کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانے، خیر و شر میں تمیز کرے، نیکی، سچائی اور عدل کی زندگی بسر کرے، سمیع و بصیر ہونے کی صلاحیت نے انسان کو عبدیت و اطاعت کا مکلف بنایا ہے۔

ربّ ذوالجلال نے انسان کے وجود میں اسے ارادہ و اختیار کی آزادی دے کر دنیا میں بھیجا ہے، اب انسان پر منحصر ہے کہ وہ اچھائی اور برائی میں سے کس راستے کا انتخاب کرتا ہے اور اپنی زندگی کس ڈھب پر اور کن طریقوں پر گزارتا ہے۔ انسان کی طرزِ زندگی دراصل عکس ہوتا ہے اس کی فکر اور سوچ کا۔ انسان کے کردار پر اس کی سوچ کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ جس طرح کے عقائد و نظریات ہوں گے، اعمال بھی اسی کے مطابق ہوں گے۔ گویا انسان کا نظریۂ زندگی ہی اس کے تمام اعمال و افکار پر حکمرانی کرتا ہے۔

ماہرینِ نفسیات کہتے ہیں کہ انسانی سوچ ایک اندرونی و ذہنی عمل ہے جس میں چیزوں اور واقعات کو مختلف انداز میں ترتیب دیا جاتا ہے۔ یعنی سوچ ایک داخلی عمل ہے جو فرد کے ماضی کے تجربات، موجودہ حالات اور انسان کی اندرونی کیفیات سے متعین ہوتا ہے۔ انسان حیوانات سے اسی بنا پر فائق ہے کہ حیوانات میں شعور ہے، عقل نہیں ہے۔ جب کہ انسان میں عقل بھی ہے اور شعور بھی، چنانچہ اسی عقل و شعور کے امتزاج سے انسان غور و فکر کے مراحل طے کر کے اپنے لیے ہدایت کا راستہ تلاش کر لیتا ہے۔ تاریخ انسانی میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس حقیقت کی بہترین مثال ہیں۔ آپ نے غور و فکر کے مدارج طے کر کے ہی ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اور وہ آخر کار راہِ ہدایت سے فیض یاب ہوئے تھے۔

مذکورہ بالا حقائق کے علاوہ ایک اور بھی حقیقت نفس الامری ہے کہ انسان کے افکار و اعمال میں خیر و شر پھیلانے میں معاشرے کا بھی بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ ایک طرف جہاں معاشرے کی کچھ سعید ہستیاں انسانوں کے اعلیٰ اخلاق اور مہذب طرزِ زندگی کی راہ دکھاتی ہیں، دین و دنیا کی بھلائیوں سے اُن کا دامن بھرتی ہیں، وہاں دوسری طرف معاشرے کے ناسور اپنی خباثتوں اور مجرمانہ ذہنیت کے تحت ایک تناؤ، خلفشار اور اخلاقی قدروں کی پامالی کا سبب بنتے ہیں۔ اِن کے راہ و رسم اور طرزِ عمل میں حق تلفیاں، ناانصافیاں، جبر و استبداد اور عصبیت پسندی کی روش نمایاں ہوتی ہے جس سے سماج میں ایک ہیجان اور احساسِ محرومی کی تلخیوں کا زہر انسانیت کی رگوں میں سرایت کر رہا ہوتا ہے، جو معاشرے کی رگوں میں مایوسی اور منفی سوچوں کا اندھیرا پھیلا رہا ہوتا ہے۔ اور یہ سب انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر ہوتا ہے۔

دراصل قوموں کی بقا اور ترقی ان کے تہذیب و تمدن کی نشوونما اور اُن کے اعلیٰ اخلاق اور احترامِ آدمیت کی روش پر منحصر ہے۔ قومیں اس وقت تک زندہ رہتی ہیں جب تک ان کے اخلاق زندہ رہتے ہیں، اگر اخلاق میں زوال آجائے تو وہ بھی تباہ ہوجاتی ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد اپنی تصنیف : اسلامی نظریۂ حیات میں لکھتے ہیں :

"اخلاق کا تعلق خدا اور بندے کے باہمی رشتے سے نہیں بلکہ اُن تعلقات سے ہے جو انسانوں اور انسانوں کے درمیان قائم ہوتے ہیں۔ معاشی لین دین ہو یا سیاسی معاملات، سماجی برتاؤ ہو یا افرادِ خاندان سے سلوک، اسلام سب کو اخلاقی اصولوں کے مطابق انجام دینے کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن و سنت میں معاملات و معاشرت سے متعلق بالتفصیل ان صفات کا ذکر ہے جو خدا کو پسند یا ناپسند ہیں۔"

چنانچہ رسول کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے :

"اور تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی فرما کہ تیرے سوا کوئی بہتر سے بہتر اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا، اور برے اخلاق کو مجھ سے پھیر دے اور اُن کو تیرے سوا کوئی نہیں پھیر سکتا۔" (صحیح مسلم)

خیر و شر کی دو ممکنہ صورتیں ظہور پذیر ہو سکتی ہیں۔ ایک فاعلی صورت اور دوسری مفعولی، فاعلی صورت میں ہم کسی کو خیر مہیا کر رہے ہوتے ہیں اور مفعولی صورت میں ہم خود کسی ذریعے یا وسیلے سے خیر حاصل کرتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح ہم کبھی فاعل اور کبھی مفعول کا کردار ادا کرتے ہیں، دانستہ یا نادانستہ دونوں کیفیات میں ہم سے یہ اعمال صادر ہوتے ہیں۔ اس بات کو ایک اور انداز سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہم اس دنیا میں اپنے طرزِ عمل سے اردگرد کے لوگوں کو تہذیب، انسانیت اور اعلیٰ قدروں سے قریب کرتے ہیں یا اُن کو ان سب سے دور۔ دراصل ایک تبلیغ خاموشی کی زبان سے یعنی طرزِ عمل اور رویے سے بھی ہوتی ہے، جسے بدن بولی کہتے ہیں، جب کہ بسا اوقات بڑے بڑے علمی، ادبی، مذہبی مباحث، فکری مقالات اور افلاطون کے مکالمات بھی بے اثر ہوجاتے ہیں۔ اس لیے کہ تربیت حالات کے درمیان رہنمائی کے ذریعے سے کی جاتی ہے نہ کہ مجرد قسم کی وعظ خوانی کے ذریعے، بقول شاعر :؎

واعظ کے پند سے دل پہ اثر کیا خاک ہو
خواہشِ دل اور ہے طرزِ بیاں کچھ اور!

فرانسیسی سرجن اور بائیلوجسٹ ڈاکٹر الیکسس کیرل اپنی کتاب "The Un known Man" میں لکھتا ہے :

"موجودہ زندگی انسان کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ دولت کو ہر ممکن ذریعہ سے حاصل کرے۔ لیکن یہ ذرائع دولت کے مقصد تک نہیں پہنچاتے، یہ انسان میں ایک دائمی ہیجان اور جنسی خواہش کی تسکین کا ایک سطحی جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ ان کے زیرِ اثر انسان صبر و ضبط سے خالی ہوجاتا ہے اور ہر اس کام سے گریز کرتا ہے جو ذرا دشوار ہوتا ہے۔"

ہر انسان کے اندر ایک آدمی بھی ہوتا ہے ، اس فرق کے ساتھ کہ کچھ لوگوں میں آدمیت کا غلبہ ہوتا ہے اور کچھ میں انسانیت کا ترفع، شعورِ ذات(self-consciousness) کا صحیح ادراک آدمی کو انسان کے درجہ پر فائز کرتا ہے اور وہ اپنی بالقوہ (potential) استعدادات و صلاحیتوں کی کشادہ پگڈنڈیوں پر اپنے لیے راہ اختیار کرتا ہے جو اسے اپنے خالق اور پالن ہار تک پہنچنے کے لیے روشنی دکھاتی ہے جب کہ محض آدمیت کا رنگ انسانی شخصیت کو مادی لذتوں کا ہی اسیر بنا دیتا ہے، اس لیے ہر آدمی کو اپنے باطن میں جھانک کر اپنے مقصدِ زندگی کو سمجھنا ناگزیر ہوتا ہے۔ خیر و شر کا اصل پیمانہ عقل و خرد کی روشنی میں ہی واضح نظر آسکتا ہے۔ ورنہ نفس کی خواہشات کے ابھرتے تقاضے آدمی کو انسان بننے ہی نہیں دیتے۔

جرمن فلسفی کانٹ(Immanuel Kant) کہتا ہے :

"انسان اپنی زندگی دو قسم کے محرکات کے تحت گزارتا ہے۔ ایک حسّی (sensual) اور دوسرا اخلاقی (moral) اور دونوں محرکات کے مابین ایک معنوی ربط و تعلق قائم رہتا ہے۔ حسّی محرکات کا اخلاقی محرکات کے تابع ہونا ناگزیر ہے ، اگرچہ عام طور سے ایسا ہوتا نہیں ہے ، اخلاقی محرکات حسّی محرکات کے تابع ہوجاتے ہیں۔ اور جونہی حسّی محرکات اخلاقی محرکات میں مزاحم ہوتے ہیں، یہ "شر" بن جاتے ہیں۔ اس لیے انسان میں فطری طور پر "شر" کا رجحان پایا جاتا ہے.....ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں خیر و شر کے فلسفے کو اسلام کے نقطہ نظر سے بھی دیکھنا چاہیے۔ خالق ارض و سما نے ہر انسان میں اپنی حکمت و مصلحت اور تکوینی اسرار کے تحت خیر و شر کے داعیات رکھے ہیں۔ ازروئے قرآنی :

اور (قسم ہے) انسانی جان کی اور اس کی جس نے اسے سنوارا، پھر اس کے دل میں وہ بات بھی ڈال دی جو اس کے لیے بدکاری ہے اور وہ بھی جو اس کے لیے پرہیزگاری ہے۔ فلاح اسے ملے گی جو اس نفس کو پاکیزہ بنائے اور نامراد وہ ہوگا جو اس کو (گناہ) میں دھنسا دے۔" (الشمس: 07 - 10)

قرآن حکیم کی آیات پر غور کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ وہ خیر اور بھلائی کو کئی معنوں میں بیان کرتا ہے۔ دراصل ہمیں اس عالمِ رنگ و بو میں جو شر نظر آتا ہے اس میں بھی کوئی نہ کوئی خیر کا پہلو پوشیدہ ہوتا ہے، یہ اور بات کہ وہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ اس لیے کہ زندگی کے اسرار و رموز کو سمجھنے کے لیے بصارت کی نہیں بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی دلیل سورۃ البقرہ آیت 216 میں بایں الفاظ بیان ہوئی ہے :

"یہ عین ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم برا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو (اصل حقیقت تو) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

الشیخ ابنُ العربی نے اپنی تصنیف "فُصُوصُ الحِکَم" میں لکھا ہے :

"اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کی چشمِ بصیرت ایسی نہیں کھولی کہ اشیا کی فطرت اور اُن کی حالتِ نفس الامری کو جانتا ہو، کیوں کہ بعض اقتضائے عین سے عالم ہیں اور بعض جاہل، اسی لیے نہ سب کی ہدایت چاہی، نہ سب کی ہدایت کی اور نہ سب کی ہدایت چاہے گا۔"

ربّ العزت کے ہر کام میں خیر پنہاں ہے۔ الوجود خیر کلہ کہ تمام وجود اپنی ذات میں خیر ہی خیر ہیں۔ برسات اگر کوٹھی بنگلوں اور مضبوط مکانوں کے مکینوں کے لیے بارانِ رحمت اور تفریحِ طبع کا باعث ہوتی ہے تو کچے پکے مکانوں اور جھگیوں میں رہنے والوں کے لیے یہی بارش زحمت، تکلیف اور پریشانیوں کا ذریعہ بنتی ہے۔ مگر بظاہر یہی تکلیف زمین میں بوئے گئے بیجوں کی آب یاری کے لیے، سوکھی اور پیاسی زمینوں پر لہلہاتی کھیتیوں، غلہ، پھل اور میوہ جات جیسی نعمت خداوندی کے حصول کے لیے قدرت کے بے پایاں فضل و کرم کی نشانی ہے۔ علاوہ ازیں یہی

برسات فضا میں پھیلی کثافتوں کو اپنے شفاف پانی سے دھونے اور بہت سارے جسمانی عوارض سے شفا یابی کا باعث بنتی ہے۔ گویا بظاہر نظر آنے والا شر انسانوں کے لیے خیر، بھلائی اور خوش حالی کی نوید لے کر آتا ہے۔ ثابت یہ ہوا کہ خیر ہو یا شر دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر ہی خیر ہیں اور اس پر ایمان لانا ایک مومن کے لیے لازمی ہے۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

"بندۂ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر معاملے اور ہر حال میں خیر ہی خیر ہے۔ اگر اس کو خوشی اور راحت ملے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ (اس کو بھی حکیم و کریم رب کا فیصلہ اور اس کی مشیت تسلیم کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے تو یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجب برکت ہے۔" (صحیح مسلم)

بندۂ مومن کا ایمان اور یقین اس بات پر ہونا چاہیے کہ یہ دنیا اور اس کی اپنی زندگی ابدی اور غیر فانی نہیں ہے۔ اس لیے یہاں کی خیر و بھلائی، عیش و آرام اور دنیاوی نعمتوں کو ایک دن ختم ہو جانا ہے، شر کا وجود اور اس کا پھیلاؤ بھی عارضی ہے، یہاں کی تکلیفیں، اذیتیں، ناانصافیاں اور ظلم و ستم بھی ایک دن فنا ہونے والا ہے اور ان تمام کلفتوں، محرومیوں اور تلخیوں کا بہترین بدل آخرت میں ملنا ہے۔ جس کو ان حقائق پر تیقن حاصل ہو گیا اس کے لیے اس دنیا میں نہ کوئی غم باقی رہے گا اور نہ کوئی خوف! دراصل آزمائش کی اساس ہی خیر و شر ہے۔ آزمائش مقصود نہ ہوتی تو نہ شر ہوتا اور نہ خیر کا کوئی تصور اور نہ موت و زندگی کا یہ سلسلہ تخلیق کیا جاتا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

"اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے۔ اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔" (الملک: 02)

خیر ہو یا شر دونوں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں، چنانچہ ایک بندہ مومن کا کام اللہ کی رضا اور اس کے فیصلوں پر سر تسلیم خم کر دینا ہی بندگی کی شان ہے۔ شر کے پردے میں حکمتِ الٰہی کو سمجھنے کی جُہد مسلسل انجام کار ایک دن ذہن کے پرت کھول کر حقیقت سے پردہ اٹھا ہی دیتی ہے اور انسان حینِ حیات اس گردابِ تردد اور ورطۂ حیرت سے باہر نکل آتا ہے۔

حکمت و دانش

حسن خلق

ہر انسان جسم اور روح سے مرکب ہے۔ اعضائے بدنیہ کے متناسب اور سڈول ہونے کا نام حسن خلق (خوبصورتی) ہے۔ روحانی سطح پر قوائے نفسانیہ کے معتدل، متوسط اور متوازن ہونے کا نام حسن خلق یعنی خوب سیرتی ہے۔ روح کی باطنی ترکیب جن قوتوں اور کیفیوں سے قائم ہوتی ہے، اُن میں چار قوتیں بنیادی درجہ رکھتی ہیں۔ قوتِ علم، قوتِ غضبیہ، قوتِ شہوت اور قوتِ عقل۔ ان قوائے نفسانیہ میں اعتدال، توازن اور میانہ روی کے زائل یا کم و بیش ہونے سے بد خلقی اور بد سیرتی پیدا ہوتی ہے۔ اگر روح کے یہ چاروں اجزا اعتدال اور میانہ روی پر قائم ہوں تب خلق حسن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو حسن سیرت مرغوب ہے اور نفس کی اصلاح اور آراستگی کا بندوں کو حکم دیا گیا ہے۔ شریعت کے احکام کا بھی یہی مقصد ہے۔ قرآن مجید کی ساری تعلیم کا یہی خلاصہ ہے کہ قوائے باطنیہ کو پاکیزہ، معتدل اور حسین بنا کر خدا کے حضور میں حاضر ہوں۔ نفسِ مطمئنہ کا بھی یہی مفہوم ہے۔

شہاب نامہ از قدرت اللہ شہاب

رسول اللہ ﷺ کا انداز تنبیہ

مولانا محمد آصف

استاذ جامعہ بیت السلام، کراچی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اَما بعد

یہ مقالہ تنبیہ کے موضوع سے مناسبت رکھنے والی آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ پر مشتمل ہے ،سب جانتے ہیں کہ تنبیہ کا موضوع بہت ہی نازک موضوع ہے ، اگر اسے دو دھاری تلوار کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ، کیوں کہ تنبیہ کرنے والے کا منشا اپنے بیٹے، شاگرد یا تابعدار میں موجود منفی خیالات وافکار اور برے اعمال کی اصلاح ہوتی ہے ، تو جیسے تلوار کے حامل کی مہارت میں کمی یا استعمال میں بے احتیاطی کے سبب غلط استعمال سے دشمن کے بجائے اپنی ذات کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے ، ایسے ہی اگر اصلاح میں درست اور مثبت طرز اختیار نہ کیا گیا تو یہی تنبیہ بچے کے اندر ایسے منفی اثرات کا بیج بوئے گی گویا کہ اس تنبیہ کے ذریعے ان سابقہ غلط رویوں کی آبیاری کی گئی ہو، اور یہ کوتاہی ان خامیوں کی جڑوں کو مزید گہرا اور مستحکم کرے گی۔

اور سب جانتے ہیں کہ انسانی فطرت کسی بھی معاملے میں اپنی افادیت اور نفسانی جذبات سے بلند ہو کر کسی چیز کا بھی تصور نہیں کر سکتی، تو جو بھی تصور کیا جائے گا اس میں حاملِ فکر کے نفس کا دخل ہوگا ، چنانچہ ایک ہی معاملہ اگر دو مختلف طبیعتوں کے مالک افراد کو پیش کیا جائے تو یقیناً ان کی سوچ و بچار کے نتائج مختلف ہوں گے ، اور پھر اگر ان میں سے کسی ایک کو زیادہ مفید ہونے کی وجہ سے اپنا بھی لیا جائے تو اس کا موجد محدود علم رکھنے کی وجہ سے عالم گیر تصور پیش نہیں کر سکتا ، کیوں کہ حقیقی معنوں میں خیر خواہی پر مبنی عالمی اصول وضع کرنے کے لیے پورے عالم کے انسانوں کی تمام عادات اور خصائل سے واقفیت ضروری ہے ، کیوں کہ طبیب مریض کی بیماری کی تشخیص کیے بغیر کوئی مفید دوا تجویز نہیں کر سکتا۔

تو ہمیں ضرورت ایسے اصول وضوابط کی ہے جو نفسانی اثرات اور خود غرضی سے بالاتر ہو کر ، علم محیط (ہمہ گیر علم) کے تحت پیش کیے گئے ہوں کہ جو بھی اس پر عمل پیرا ہو وہ کامیابی سے ہم کنار ہو، اس کے ثمرات سب کے لیے یکساں ہوں ۔ تو بالاتفاق ایسے اصول کی حامل کتاب قرآن مجید اور احادیث مبارکہ ہیں ، کیوں کہ ان کی نازل کرنے والی ذات میں وہ صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں ، جو کسی بھی ایسے مقنن میں پائی جانی چاہییں جس کے قوانین تمام دنیا پر لاگو ہونے ہوں ، ان کی ہم سری برابری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ تو دلوں کے رازوں سے بھی واقف ذات ہے ۔

اور جس ذات مقدس کے ذریعے ہم تک یہ تعلیمات پہنچی ہیں ، انہوں نے خود اپنی تعلیمات کو عملی جامہ پہنا کر ان کی صداقت اور آنکھوں دیکھی افادیت لوگوں کے سامنے آشکارا کی ، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ خدائے بزرگ و برتر کے بعد کائنات کی ایسی عظیم ہستی تھی کہ پورے عالم کی کامیابی اسے ایسا بے چین رکھتی تھی کہ اللہ جل شانہ ان کی تسلی کے لیے یوں گویا ہوئے : ”لگتا ہے کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں

اپنے آپ کو گھلا کر رکھ دیں گے۔" (سورۃ الشعراء: 03) معاذاللہ کوئی بناوٹ تو نہیں تھی کہ اپنے ظاہری دردمندانہ تاثرات سے مخلوق انہیں بڑا خیر خواہ سمجھے، اور پس پردہ انہیں اپنی ستائش ہی پیش نظر ہو، بلکہ یہ اس ذات عالی کی طرف سے خطاب ہے جو اپنے علم محیط سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور ان کی ضرورت اور حاجت کے مطابق ہی احکام نازل فرماتا ہے، تو اپنے نبی کے دلی جذبات سے کیسے بے خبر ہوگا، تو سچی بات یہ ہے کہ واقعی نبی ﷺ کو اپنی قوم کے ان حکیمانہ احکام سے روگردانی کا بڑا ہی قلق تھا، جو اس خداوندی تسلی کا باعث بنا۔ تو اس طرح ہمیں معلم اعظم ﷺ نے اپنے اس حکیمانہ طرز کے ذریعے یہ درس دیا کہ اگر قوم کی اصلاح چاہتے ہو تو میرے جیسے حوصلہ کو اپنے دل میں جگہ دو کہ خود مشقتیں جھیلو اور ماتحتوں کے لیے حکمت، بصیرت، دور اندیشی اور موعظہ حسنہ کے ساتھ کامیابی کے راستے تلاش کرو، نہ کہ ان پر داروغہ بن کر اپنی کوتاہی کا ذمہ دار بھی انہیں ٹھہراؤ۔

مقاصد:

درج ذیل مقاصد کو سامنے رکھ کر طلبہ اور اپنے ماتحت لوگوں کو تعمیری تنبیہ کرنے کے نبوی اسالیب کتب حدیث سے اخذ کرنے کی سعی کی گئی ہے:

- والدین/اساتذہ کرام مؤثر اور کامیاب طریقے سے طلبہ میں اصلاحی اور مثبت تبدیلیاں لا سکیں۔
- نبی اکرم ﷺ نے اپنے حکیمانہ طرز تربیت سے جو نفع عام دنیا کو پہنچایا ہے، ان کی روشنی میں ہم بھی اپنے بچوں/طلبہ کو حکمت و دانائی اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ سیدھے راستے پر لا سکیں۔

اہمیت:

اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں نبی اکرم ﷺ کی دیگر بلند پایہ صفات کے ساتھ جو صفت بارہا ذکر کی گئی ہے وہ صفت "نذیر" ہے، اور اس کا مطلب ہے خبردار کرنے والا، انسانیت اپنی علمی بے مائیگی، نفسانی خواہشات اور شیطانی تسلط کی وجہ سے جن گمراہیوں میں محو ہے، اس کے بھیانک نتائج سے باخبر کرنا بھی آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبی میں شامل ایک اہم امر ہے، تاکہ یہ آگاہی ان خامیوں سے باز آنے کا باعث بن جائے، اور دائمی صلاح و فلاح کے زیور سے آراستہ ہو کر دائمی مسرت اور، من چاہی زندگی کی سعادتیں سمیٹ سکے۔

اور سب جانتے ہیں کہ انسانی فطرت کسی بھی معاملے میں اپنی افادیت اور نفسانی جذبات سے بلند ہو کر کسی بھی چیز کا تصور نہیں کر سکتی، تو جو بھی تصور کیا جائے گا اس میں نفس کی آمیزش ضرور ہوگی، جیسا کہ آج کے اس مغربیت زدہ دور میں اس انسانی کمزوری کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے، لہذا کبھی وقتی سکون و راحت اور قلبی تسکین حاصل کرنے کے لیے ایک چیز کو مفید قرار دے کر اس کی طرف دعوت عام دی جاتی ہے، تو علمی سطحیت و تنگ نظری اور محدودیت کی وجہ سے جب اس حلال کردہ چیز کے خطرناک نتائج سامنے آتے ہیں تو اپنی جہالت پر دبیز پردے ڈالنے کے لیے طرح طرح کے بہانے تلاش کیے جاتے ہیں، اور اس ندامت کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے اسے "مسٹیک" کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جب ہم کسی بھی معاملے میں قرآن و حدیث کی پیش کردہ تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہر چیز دو ٹوک، جامع، دائمی اور عام نفع کی حامل نظر آتی ہے۔ اور یہ بات کئی بار آشکارا ہو چکی ہے کہ جب کبھی مادیت نے علم وحی سے ٹکر لی ہے، تو علم وحی کو اپنی جگہ ثابت اور مستحکم پایا ہے، چار و ناچار مادیت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے، اپنا موقف تبدیل کرنا پڑا۔ سرمایہ داری اور اشتراکی نظام، عائلی خود ساختہ قوانین اور حقوق نسواں کے نام سے فتنہ برداروں کی ندامتِ نمایاں سے کون ناواقف ہے؟! اور اس کے مقابلے اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیجیے تو اس میں سرمو بھی تغیر نہیں پائیں گے۔ ایسا کیوں نہ ہو جب ان تعلیمات کا نازل کرنے والا ہر طرح کے نفع اور ضرر سے بے نیاز اور ساری مخلوق کے دلی جذبات

واحساسات سے مکمل آگاہی رکھنے والا، سب کے ساتھ بغیر کسی ذاتی غرض کے انتہائی لطف وکرم کا معاملہ کرنے والا ہو، اور جس عظیم اور عالی صفات ذات نے ان تعلیمات کی رسائی کی ذمہ داری سنبھالی ہے وہ ذات الٰہی کے بعد سب سے افضل ترین ہستی ہے ۔ لہٰذا مقالہ نگار نے ایسی عظیم تعلیمات کے چشموں سے ہی اپنے اس مقالہ کو ترتیب دیا ہے ۔

مقالہ کے شروع میں موضوع سے مناسبت رکھنے والی آیات مبارکہ کی مع ترجمہ ایک فہرست تیار کی ہے ، تاکہ بیک وقت ایک طرف کلام الٰہی کا جلال وجمال بھی نمایاں ہو تو دوسری طرف حکمت نبوی بھی اپنی ابدی رونق کے ساتھ ہمیں اس راہ میں صراط مستقیم دکھائے ۔

پھر ان احادیث کے پیش نظر ماہرینِ شریعت نے جو قیمتی نکات اخذ فرمائے ، انہیں بھی ہم نے اپنے مقالہ کی زینت بنایا ہے ۔ جن سے احادیث مبارکہ کا مطلب بالکل واضح ہوجاتا ہے ۔

خدائی اندازِ تنبیہ :

اس عنوان کے تحت قرآن کریم کی وہ آیات جو تنبیہ کے موضوع سے متعلق ہیں ، ان کا ترجمہ ذکر کردیا ہے ، اور جہاں وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں کچھ خامہ فرسائی بھی کی گئی ہے ۔

"حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے ، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور یوم آخرت سے امید رکھتا ہو ، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو ۔" (الاحزاب: 21)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہمارے لیے ، بچوں/طلبہ کو تنبیہ کرنے میں بہترین نمونہ ہیں ، اور خود ان سے مروی ہے کہ مجھے معلم (استاد) بنا کر بھیجا گیا ہے ۔ لہذا جسے اللہ معلمیت کے مرتبے پر فائز کریں ، تو وہ کس شان کے معلم ہوں گے !

"(اے پیغمبر ﷺ!) اللہ نے آپ کو معاف کردیا ہے ، (مگر) تم نے اِن کو (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) اجازت اس سے پہلے کیوں دے دی کہ تم پر یہ بات کھل جاتی کہ کون ہیں جنھوں نے سچ بولا ، اور تم جھوٹوں کو اچھی طرح جان لیتے ۔" (التوبۃ: 43)

حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :

"دراصل تنبیہ تو یہ کرنی تھی کہ آنحضرت ﷺ نے منافقین کو جہاد سے الگ رہنے کی اجازت کیوں دی ؟ لیکن یہ محبت بھرا انداز ملاحظہ فرمائیے کہ تنبیہ کرنے سے پہلے معافی کا اعلان فرمادیا ، کیوں کہ اگر تنبیہ پہلے کی جاتی اور معافی کا اعلان بعد میں آتا تو اس درمیانی وقت میں آپ پر نہ جانے کیا کیفیت گذر جاتی ۔"

"اور جس وقت تم نے یہ بات سنی تھی ، اسی وقت تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ : ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم یہ بات منہ سے نکالیں ، یا اللہ ! آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے ، یہ تو بڑا زبردست بہتان ہے ۔" (النور: 16)

(اس آیت کے بعد والی آیت میں ارشاد ہے) "اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا ، اگر واقعی تم مؤمن ہو ۔" (النور: 17)

یہ آیات مبارکہ واقعۂ افک سے متعلق ہیں کہ منافقین کی اُس سازش کا شکار چند سادہ لوح مسلمان بھی ہو گئے تھے ، تو انہیں اللہ تعالی نے اپنے اس حکیمانہ انداز میں تنبیہ فرمائی ۔

"اور (اے پیغمبر ﷺ!) یاد کرو جب تم اس شخص سے جس پر اللہ نے بھی احسان کیا تھا ، اور تم نے بھی احسان کیا تھا ، یہ کہہ رہے تھے کہ : "اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو ، اور اللہ سے ڈرو" اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھول دینے والا تھا ، اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے ، حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو ۔" (الاحزاب: 37)

یہ آیت مبارکہ نبی اکرم ﷺ کے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ قصہ یہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے، اور وہ اپنی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں رکھنے پر رضامند نہیں تھے، اور بذریعہ وحی اللہ نے نبی اکرم ﷺ کو ان کے نکاح کی پیش گوئی فرمادی تھی، جبکہ اہل مکہ کے رواج کے مطابق منہ بولے بیٹے کی بیوی سے باپ کا نکاح کرنا ایسا ہی معیوب سمجھا جاتا تھا جیسا کہ صلبی بیٹے کی بیوی سے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو کفار مکہ کی اذیتوں اور سادہ لوح مسلمانوں کی آزمائش کی وجہ سے اس میں کچھ تامل ہوا تو اللہ تعالی کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔

اسی طرح ایک موقعہ پہ جب کچھ بدوؤں نے نبی اکرم ﷺ کو حجرے کے باہر سے آواز دی اور ذرا تیز آواز سے پکارا تو یہ تنبیہ نازل ہوئی۔

"اے ایمان والو! اللہ اس کے رسول کے آگے نہ بڑھا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقیناً سب کچھ سنتا، سب کچھ جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند مت کیا کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے، اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں، اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔" (الحجرات: 01 - 02)

قرآن کریم کی آیات مبارکہ میں سے یہ چند آیات ہیں جو مقالہ ہذا کے موضوع سے مناسبت رکھتی ہیں، ہم نے انہیں ان کی عام فہم وضاحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔ قرآن کریم کی ایک کتابی صورت ہے۔ اور ایک اس کی عملی شکل ہے، کتابی صورت ایک تھیوری اور نظریہ کی مانند ہے تو اس کی عملی صورت اس نظریہ کی ایسی وضاحت ہے کہ وہ اپنے اندر اس نظریے کی حقانیت وصداقت کے ساتھ ساتھ اس پر عمل پیرا ہونے کے ثمرات کا عظیم ذخیرہ بھی سمائے ہوئے ہے۔ خلاصہ یہ کہ دیگر مذاہب میں اللہ تعالی کا محبوب بننے کا نسخہ بیان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اس مذہب کے بانی اور شارع کی اطاعت کریں، البتہ دین اسلام کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ اس کتاب مقدس کے ساتھ ایسا مقدس پیغمبر بھی عطا فرمادیا جو ان قوانین خدائیہ کی عملا وضاحت پیش فرماتے ہیں، اور یہی مضمون سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ چنانچہ وہ ان تمام امور میں عملی نمونہ پیش فرما گئے، جو انسانی زندگی میں پیش آسکتے ہیں، ایک مرحلہ جس سے ہم بحث کریں گے وہ ان کے کامیاب معلم ہونے کا مرحلہ ہے۔

کیوں کہ بات کی حد تک کسی کو قیمتی نصیحتیں کرنا کہ اگر کوئی پرلے درجے کا گھٹیا انسان بھی اس پر عمل پیرا ہو جائے تو مسیحا بن جائے، بہت آسان ہے آئے روز ہم میں سے بہت سوں کو اس کا مشاہدہ بھی ہوتا رہتا ہوگا!!! لیکن ان پر عمل کر کے اپنے تجربے سے ان کی افادیت کا مشاہدہ کرانا یہ ہر ماشما کا کام نہیں، اس کے لیے پتہ پانی کرنا پڑتا ہے۔

تو اس مقالے کی ابتدا میں وہ احادیث مبارکہ جمع کی ہیں جو آپ ﷺ نے قرآن کریم کی وضاحت میں عملی طور پر کر کے دکھائیں۔ ایسا نہیں کیا گیا کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو، یعنی آسان تعلیمات پر خود عمل پیرا ہوا جائے اور مشکل یا نفس پر بھاری تعلیمات کو متبعین کا فریضہ قرار دیا جائے۔ تو یہ آیات مبارکہ اپنی عملی تفسیروں کے ساتھ یہ درس دے رہی ہیں کہ اگر آپ استاذ محترم ہیں یا والد بزرگوار ہیں تو آپ کی تنبیہات آپ کے چہیتوں کے لیے تب کارگر ہوں گی، جب آپ خود ان تنبیہات کے ضمن موجود تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے، تو معلوم ہوا کہ ناصح کو بے عمل نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ

سفر کی سمت کا کوئی تعین ہو تو کیسے ہو؟
غبارِ کارواں کچھ، راستہ کچھ اور کہتا ہے

جاری ہے۔۔۔۔۔۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان : منظر و پس منظر

بسلسلہ مہم "بقائے پاکستان ۔ ۔ نفاذِ عدلِ اسلام"

ریّان بن نعمان اختر

طالب علم رجوع الی القرآن کورس (سال دوم)، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

آج سے تقریباً پون صدی قبل ۲۷ رمضان المبارک کی پر نور و بابرکت ساعتوں میں چشمِ فلک نے دنیا کے نقشے پر ایک ملک کو ابھرتے دیکھا۔ اسلام کے نام پر لیا گیا یہ انوکھا ملک ٹھٹھرتے عالمِ اسلام اور سسکتی امتِ مسلمہ کی توقعات کا مرکز تھا کہ شاید صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی لختِ جگر یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کسی معنوی اولاد کی جائے پیدائش یہ سر زمین قرار پائے اور روئے زمین پر ارزاں ترین لہو رکھنے والی قومِ پریشاں کے زخموں کا مداوا بنے۔ شاید اسلام کا وہ روشن چہرہ جو دورِ ملوکیت میں داغدار ہو گیا تھا، اسلام کی وہ آفاقیت و عالمگیریت جو زمانے کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہے اور اسلام کا وہ عادلانہ نظام جس کی تلاش میں انسانیت سر گرداں ہے، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ذریعہ منظرِ عام پر آسکے۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور غلبہ و تمکنِ دینِ عدل کے سنہری دور کی وہ روشن خوشخبریاں جو مبشّرِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہیں، شاید کہ تقدیرِ الٰہی میں اس حوالے سے پاکستان کا کوئی بڑا کردار رقم ہو۔ انتہائی نامساعد حالات میں بھی اس ملک کا وجود میں آنا اور لاکھوں انسانوں کی لازوال قربانیوں کی داستان اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ مشیتِ ایزدی میں اس ملک سے کوئی بڑا کام لینا مطلوب ہے اور یہ کہ قائدِ اعظم اور ان کے رفیق کار کی تحریکِ پاکستان کے ضمن میں جاں گسل مساعی اور بابرکت عزائم رائیگاں نہیں جائیں گے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء سے تاریخِ پاکستان کا سفر شروع ہوا۔ آغازِ سفر نہایت خوش آئند اور امید افزا تھا مگر چونکہ حصولِ منزل سے جابرانہ و ظالمانہ نظاموں کو سنگین خطرات لاحق ہو جاتے لہٰذا نظامِ باطل کے رکھوالوں اور حزب الشیطان کے فدائین کا سفر میں روڑے اٹکانا فطری عمل تھا اور ایسا ہی ہوا۔

حصول منزل کو ناممکن بنانے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مسافروں کے دل و دماغ سے ان کے اصل مقصد کو محو کر دیا جائے۔ انہیں نہ یہ یاد رہ سکے کہ جانا کہاں ہے، منزل کیا ہے، اور نہ اس بات کا کچھ استحضار کہ سفر کا آغاز کیوں اور کہاں سے ہوا تھا۔ نہ اس امر کا کچھ ادراک ہو کہ حصول منزل کا طریقہ کار کیا ہے اور نہ ان مفاسد کا کوئی اندیشہ جو منزل کھوٹی ہونے کی وجہ سے وارد ہو سکتے ہیں۔ دشمن نے اسی شاطرانہ چال کو کامیابی کے ساتھ کھیلتے ہوئے پاکستان میں نفاذِ اسلام کی کوششوں کی بیخ کنی کی۔ مسلمانانِ پاکستان کو آج ان کی منزل کا شعور نہیں۔ مقصدِ سفر اور بانیانِ سفر کی بابت ان کے خیالات تشویشناک ہیں۔ انہیں یہ بات تو معلوم ہے کہ ۱۴ اگست کو پاکستان تاج برطانیہ کے تسلط سے آزاد ہو گیا تھا مگر یہ نہیں پتہ کہ مقصد دنیوی تن آسانیوں کا حصول اور چند مراسمِ عبودیت بجا لانا ہی نہیں تھا۔ اس بات کا تو زعم ہے کہ ۱۴ اگست کو یومِ آزادی منا کر، خلق اور خالقِ خلق کے حقوق پامال کر کے گویا محبِّ وطن ہونے کا حق ادا کر دیا مگر اس بات کا کچھ ادراک نہیں کہ آج ہم ذہناً و قلباً

اسی دجّالی تہذیب کے غلام ہی نہیں بلکہ شیدائی و دلدادہ ہیں۔
مقتدر طبقات اور اشرافیہ سے لے کر عوام تک میں مادّہ پرستی، تعیّشاتِ دنیوی میں مسابقت اور فکرِ آخرت سے تغافل کی کیفیت نظر آتی ہے جو فسق و فجور کا بازار گرم ہونے، بے حیائی کے بپھرتے طوفان، حرام خوری و حرام کاری کی بڑھتی ہوئی شرح اور لادینیت و سیکولرزم کے ناقابلِ دفاع سیلاب کے آنے پر منتج ہوتی ہے اور ایک خالص دنیا پرست اور مذہب بے زار قسم کی قوم پروان چڑھتی ہوئی نظر آتی ہے.جس کو شہدائے پاکستان کی قربانیوں کا کوئی احساس ہے نہ ذاتی و ریاستی سطح پر تنفیذِ اسلام سے کوئی دلچسپی، نہ کھالے پی لے جی لے سے بلند تر مقصدِ زندگی کا کوئی وجود ہے اور نہ ہی اسلاف سے کوئی نسبتِ روحانی۔ یہی بالآخر وجوہات بنتی ہیں اللہ کے عذابوں کے آنے کی، کبھی ملک کے ایک بازو کٹ جانے کی صورت میں، کبھی نااہل اور جابر ظالم حکمرانوں کے تسلّط کی شکل میں، کبھی مسلکی و لسانی بنیادوں پر دست و گریباں اور سب و شتم کا نقشہ تو کبھی سیلاب و زلزلوں کے تسلسل کے ذریعے۔
کوئی چیز اگر اپنے وجود کا مقصد کھو دے تو وہ اس لائق ہے کہ اس کا وجود ہی تلف کر دیا جائے۔ قلم لکھنا چھوڑ دے تو پھینک دیا جاتا ہے، بلب جلنا چھوڑ دے تو اس کے وجود کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا، یا تو اس کو جلنا پڑے گا بصورتِ دیگر اپنے وجود سے محرومی اس کا مقدر ہوگی۔ اسی اصول کے تحت دقّتِ نظر سے اگر احوالِ پاکستان کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ پاکستان کی بقا کو خطرات معاشی بدحالی کی وجہ سے نہیں کہ اس کو اصل وجہِ زوال قرار دیا جائے، نہ ہی دیگر شعبہ ہائے زندگی میں عدمِ خودانحصاری ہے کہ اس کو حقیقی سببِ انحطاط گردانا جائے بلکہ یہ سب ضمنی مسائل در حقیقت اصل مقصد سے غفلت کے نتائج و وبال ہیں۔ قیامِ پاکستان کا واحد اور قطعی و یقینی مقصد نفاذِ عدلِ اسلام تھا لہٰذا پاکستان کی بقا و سلامتی اور عروج و استحکام کی اگر کوئی بنیاد ہے تو وہ نفاذِ اسلام ہے۔ اپنی سابقہ روش سے انفرادی و اجتماعی سطح پر رجوع، توبہ و انابت الی اللہ اور عملاً تنفیذِ شریعت ہی ہمارے تمام مسائل کا واحد حل اور دنیوی و اخروی نجات کی واحد راہ ہے۔ اسی مقصد سے انحراف کے نتیجے میں پاکستان اپنا آدھا وجود ۷۱ء میں گنوا چکا اور بقیہ حصے کی بقا کو بھی سنگین خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔
پاکستان کے باسیوں کی نہ تو زبانیں ایک ہیں نہ رنگ و نسل مشترک، نہ تہذیب و ثقافت میں کوئی مماثلت ہے نہ تعلیمی و معاشی کیفیات میں کوئی یکسانیت۔ اہلیانِ وطنِ عزیز کے مابین اگر کوئی مشترک اساسِ اتحاد ہے تو وہ دین اسلام ہے۔ لہٰذا ان تلخ حقائق اور افسوسناک صورتحال کے پیشِ نظر ہمیں نفاذِ دینِ اسلام کی طرف پیش قدمی کرنا ہوگی، قیامِ پاکستان کے موقع پر خدائے بزرگ و برتر سے کیے گئے عہد و پیمان کو نبھانا ہوگا اور شہدائے پاکستان کی قربانیوں کی لاج رکھنی ہوگی۔
اگر خدانخواستہ ہم اپنی اصل کی طرف نہ لوٹے تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان کے حصے بخرے ہو جائیں اور ایٹمی صلاحیت رکھنے والا واحد اسلامی ملک تاریخ کے اوراق میں گم ہو کر قصۂ پارینہ بن جائے۔ اعاذنا اللہ من ذلک

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

یہ خاموشی کہاں تک؟ لذّتِ فریاد پیدا کر
زمیں پر تُو ہو اور تری صدا ہو آسمانوں میں

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

سندھی زبان میں دینی لٹریچر کی اہمیت اور اس ضمن میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ اور انجمن خُدّام القرآن کی کتب کا سندھی میں ترجمہ کا منصوبہ

مقامی زبانوں میں دینی لٹریچر کی اہمیت :

مملکت پاکستان میں اس وقت آبادی تقریباً 24 کروڑ کے لگ بھگ ہے جس میں سے بھی آدھے سے زیادہ دیہی آبادی ہے۔ تعلیم بھی دیہی علاقوں کی نسبت شہروں میں اوسطاً زیادہ ہے اور اسی طرح دیہی علاقوں میں مقامی زبان میں دین کی تعلیم کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ پھر شہر ہو یا دیہات، عموماً مروجہ اسکولوں کالجوں میں دینی تعلیم کی تدریس نہ ہونے کے برابر ہے۔ قومی زبان اردو میں قرآن کریم کے تو بہت سارے تراجم اور دیگر دینی کتب، شروحات و لٹریچر وغیرہ تو الحمدللہ کثیر تعداد میں موجود ہیں لیکن علاقائی زبانوں میں دینی لٹریچر کی کمی ہے۔

سندھی زبان میں دینی لٹریچر کی اہمیت :

اگر ہم صوبہ سندھ کی بات کریں تو کراچی اور حیدر آباد کے کچھ علاقوں کے علاوہ پورے صوبے میں سندھی ہی بولی جاتی ہے۔ اندرون سندھ میں زیادہ تر سندھی ہی بولی جاتی ہے۔ لیکن بد قسمتی سے دینی تعلیم و شعور کی کمی کی وجہ سے لوگوں میں عجیب و غریب عقائد اور رسومات و نظریات دیکھنے میں آتے ہیں۔ عام آدمی کو ایک جانب بنیادی حقوق کی عدم آگاہی کا مسئلہ ہے تو دوسری جانب دینی عقائد اور بنیادی علوم سے آگاہی کم ہے۔ اس کی ایک اہم وجہ دینی تعلیم کی ان کی اپنی زبان میں رسائی کا نہ ہونا ہے۔ سندھی زبان میں قرآن مجید کے تراجم بھی بہت کم ہیں اور اگر کچھ ہیں بھی تو ان میں متروک یا مشکل الفاظ ہیں جو عام آدمی کے فہم سے بالاتر ہے۔ اسی طرح سندھی زبان میں دیگر دینی لٹریچر کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ سندھی بولنے سمجھنے والوں کے لیے سندھی زبان میں دینی و نظریاتی تعلیم پہنچائی جائے، دینی کتب و لٹریچر کے آسان سندھی زبان میں تراجم کیے جائیں اور ان ہی کتب کے ذریعے ان کی تعلیم بھی دی جائے۔ اگر لوگوں کو ان کی اپنی زبان میں دعوت دی جائے تو لوگ اس سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، اسی لیے انبیاء علیہم السلام کو ان کی اپنی زبان کے لوگوں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا۔

شعبہ "سندھی کتب و کورسز" کا تعارف :

اس وقت الحمدللہ قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد، حیدر آباد میں شعبہ "سندھی کتب و کورسز" کے تحت دینی کتب و لٹریچر کے ترجمہ کا کام جاری ہے۔ اس شعبے کا مقصد دینی و فکری تعلیم کو سندھی زبان میں عام کرنا ہے۔ اس شعبہ کے تحت مختلف کتب کے ترجمہ پر کام جاری ہے۔ کتب کے تراجم کو مختلف مراحل سے گزارا جاتا ہے۔ جیسا کہ (1) ترجمہ (2) ٹائپنگ اور کمپوزنگ (3) زبان و بیان کی تصحیح (4) پروف ریڈنگ بذریعہ ہارڈ کاپی (5) کریکشن / تصحیح۔ جن کتب پر کام جاری ہے ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے :

1. نجات کی راہ سورۃ العصر کی روشنی میں (تمام مراحل مکمل ہو چکے ہیں)۔

2. منتخب نصاب حصہ اول (انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ) (ترجمہ اور ٹائپنگ مکمل، آخری مراحل میں ہے)۔

3. فرائض دینی کا جامع تصور (ترجمہ مکمل ہے، ٹائپنگ جاری ہے)۔

4. رسول انقلاب کا طریق انقلاب (ترجمہ مکمل ہو چکا ہے، باقی کے مراحل ابھی ہونے ہیں)۔

اب جن کتب پر کام ہونے جا رہا ہے وہ درج ذیل ہیں:

1. دین کا جامع تصور 2. اجتماعیت کی اہمیت اور اساس

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی سندھی زبان میں دین کے کام کو مزید بڑھائے اور اس کام میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

منجانب

شعبہ سندھی کتب و کورسز

(2023/8/29)

The Essential Qualities of the Righteous Muslim Leader

Bint e Muhammad Umar Farooq
Student Ruju Ilal Quran Course – 1, QAY

A Muslim leader today is extremely blessed. He has so many authentic and reliable sources of guidance to learn from. He can take effective training in leadership from the illustrious lives of the most blessed people in human history, namely, the honorable companions (may Allah be pleased with them) of Allah's Messenger Muhammad (peace be on him), especially the four rightly-guided Caliphs.

The Caliphs, known as Khulfa-e-Rashideen, were trained by the Holy Prophet Muhammad(ﷺ) himself. They learned and developed the skills of leadership by following the practical example set by Allah's Messenger, who is a role model for all the people of the world in every sphere of life.

The question is: What are the qualities of a good Muslim leader? In my humble opinion, the foremost quality of a good Muslim leader is compassion. A Muslim leader of state should be compassionate as was Hazrat Abu Bakr (RA). He must know how to deal with the people with humility and compassion while bearing in mind that every property of the state in his possession is only for a short period of time.

Secondly, the leader of a Muslim state should be fearless like Hazrat Umar(RA). He must know where and when to use force, to manage the whole state with an upright character and to enforce its rules equally on all without fear or favour, whether rich or poor, whether governor or farmer. Under Islamic law, all citizens of the state are equal in the sight of Allah, the Exalted, the Supreme.

Moreover, the leader of the Muslim state should understand that the role and responsibility entrusted to him is by the mercy of Allah. Besides, he should understand the value of charity like Hazrat Usman Ghani(RA) did. Also, the Caliph must understand the pain and suffering of his people and must be ready to donate his wealth or property to the needy for the sake of Allah.

In addition, the ruler of the state must know the value of abiding by ethical principles as Hazrat Ali(RA) did. Very importantly, he must be sharp in decision-making. He must know when and how to fight and strike the enemy and ace the battle without getting hit by them.

Finally, the finest and most important quality that a Muslim leader should possess is accountability. Hazrat Abu Bakr(RA), Hazrat Umar(RA), Hazrat Usman(RA), and Hazrat Ali(RA) set wonderful examples of accountability in their respective caliphates because they had a firm conviction that they were answerable to Allah for all their actions. They knew clearly that the law and the command are for Allah, the Supreme, the Sovereign, as clearly stated in the Qur'an and explained in the ahadith. The Muslim leader has only to implement them in the state with the right attitude and intention.

May Allah give us the grace to be righteous and may we become what we were born for. Ameen.

ماہانہ رپورٹ برائے آئینۂ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

رجوع الی القرآن کورس سال اول کے تیسویں بیچ میں کل 110 طلباء و طالبات آن کیمپس اور آن لائن حاضر ہیں۔ خصوصی محاضرات و لیکچرز کے تحت "امت مسلمہ کا عروج و زوال اور احیائی مساعی کے گوشے" کے عنوان پر مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحب نے لیکچر دیا۔ 06 ستمبر بروز بدھ بوقت 11:00 تا 01:00 بجے "سفر آخرت کے مراحل" کے موضوع پر جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب نے گفتگو فرمائی۔

مبادیاتِ علوم دینیہ کورس کا آغاز الحمدللہ 19 اگست بروز ہفتہ سے (حضرات و خواتین کے لیے) ہو چکا ہے جس میں "علم العقائد" "عربی تکلم" "صرفی و نحوی ترکیب" پڑھانے کے ساتھ خصوصی محاضرات کا انعقاد بھی کیا جائے گا۔ یہ کورس LMS پر براہ راست بھی کروایا جا رہا ہے۔

03 جولائی سے صرف حضرات کے لیے مختصر دورانیہ کے کورسز شروع کیے جا چکے ہیں، جن میں آسان عربی گرامر، منتخب نصاب، شمائل ترمذی، تجوید القرآن اور سیرۃ الصحابہ شامل ہیں۔ یکم ستمبر سے ان شاء اللہ صرف خواتین کے لیے قرآن اب آسان، سیرت النبی ﷺ، تدبر القرآن اور Young Muslimah کورسز کا آغاز کیا جا رہا ہے۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تینوں شعبہ جات شعبہ حفظ قرآن، شعبہ ناظرہ قرآن اور شعبہ قاعدہ میں بنین اور بنات دونوں کی تدریس جاری ہے۔ شعبہ بنین و بنات میں آن لائن کلاسز بھی جاری ہیں جس میں ملکی و غیر ملکی طلباء شامل ہیں۔ 10 اگست بروز جمعرات کو مدرسہ کے تمام شعبہ جات میں سہ ماہی امتحان منعقد ہوا اور تمام طلباء و طالبات نے شرکت کی۔ ماہ جولائی کے آخری ہفتہ میں جزوقتی اور کل وقتی طلبہ کا مسابقہ ہوا۔ شعبہ حفظ بنات کا پہلا مسابقہ 29 جولائی بروز ہفتہ کو منعقد ہوا۔

مسجد میں ماہ اگست کے دوسرے اور چوتھے جمعہ میں نگرانِ انجمن و امیر تنظیم اسلامی جناب شجاع الدین شیخ اور پہلے اور تیسرے میں مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر محمد الیاس صاحبان نے خطاب ارشاد فرمائے۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس سال اول سیکشن اے میں کل 140 طلباء و طالبات اور سیکشن بی میں کل 22 طلباء کی حاضری رہی۔ اور رجوع الی القرآن کورس سال دوم میں کل 36 طلباء و طالبات کی حاضری رہی۔ رجوع الی القرآن کورس کے تحت خصوصی محاضرات و لیکچرز میں سفر آخرت کے مراحل (خصوصی محاضرہ) اور امت مسلمہ کا عروج و زوال اور احیائی عمل کے 3 گوشے (فکر اسلامی) کے عنوان سے خصوصی محاضرات منعقد ہوئے۔ حلقات و دورات دینیہ (Short Courses) کے تحت کل 08 کورسز جاری ہیں جن میں شرکاء کی تعداد آٹھ سے ایک

سو پانچ تک رہتی ہے۔ اسلامک ڈے کیمپ کورس الحمدللہ مکمل ہوگیا۔

آن لائن کورسز کے تحت قرآن حکیم کی صرفی و نحوی تحلیل جناب استاذ عاطف محمود صاحب کی زیر تدریس جاری ہے۔ علاوہ ازیں اسلامک آن لائن یونیورسٹی کے امتحانات مورخہ یکم اگست تا سات اگست منعقد کیے گئے جس میں ایک طالب علم اور 4 طالبات نے شرکت کی۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے درجہ حفظ میں 96، درجہ قاعدہ میں 25 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جب کہ ماہ رواں میں استاذ جناب محمد ارشد صاحب نے اخلاقیات کے موضوع پر بیان فرمایا۔ شعبہ مدرسۃ البنین والبنات (سہ پہر 02:30 تا 4:30) میں درجہ قاعدہ کے تحت 153 اور درجہ ناظرہ کے تحت 94 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مغرب تا عشا حلقہ میں مقیم طلبہ کرام اور اہل محلہ و گرد و نواح سے حضرات تشریف لاتے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد 22 ہے۔

ادارہ کی مسجد میں پہلے تین جمعات میں جناب استاذ محمد ارشد صاحب اور چوتھے جمعہ میں محترم خورشید انجم صاحب نے خطاب فرمایا۔ موضوعات ترتیب وار درج ذیل ہیں: "اسلام کا نظام عدل"، "بقائے پاکستان نفاذ عدل و اسلام"، "کل کی ہولناکی اور ہماری تیاری" اور "قیام پاکستان۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں"۔ بچوں کے لیے بعد از مغرب ترجمہ قرآن کی کلاس منعقد ہوتی ہے۔

شعبۂ تصنیف و تالیف کے تحت ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب نصاب تفصیلی کی ویڈیوز، ٹرانسکرپشن معہ کمپوزنگ، تصحیح اور احادیث کی تخریج کی گئی، کتاب منتخب نصاب نکات (حصہ دوم) کی پروف ریڈنگ، حوالہ جات و احادیث کی تخریج کی گئی۔ منتخب نصاب نکات (حصہ اول) پر کام جاری ہے۔ اس کے علاوہ قواعد تجوید، عربی گرامر برائے قرآن فہمی کی پروف، اور ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ اور تنظیم اسلامی ایک تعارف کی پروف ریڈنگ کا کام جاری ہے۔ نیز آئینہ انجمن کی کمپوزنگ، ڈیزائنگ و پروف ریڈنگ کا کام بھی کیا گیا۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال اول 23-2022 میں تقریباً 38 خواتین اور 20 حضرات شرکت کر رہے ہیں۔ "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کے موضوع پر مدیر اکیڈمی یاسین آباد جناب سید سلیم الدین صاحب کی زیر تدریس فکر اسلامی منعقد ہوا۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراۃ میں شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 44 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 104 طلباء اور شعبہ بنات میں 133 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسۃ بنین کے شعبہ قاعدہ میں 01 طالب علم نے ناظرہ قرآن مکمل کیا اور شعبہ حفظ میں 05 طلباء نے حفظ کی تکمیل کی۔ مدرسۃ بنین کے شعبہ حفظ میں جائزہ کا انعقاد کیا گیا۔ شعبہ خواتین میں بڑی عمر کی خواتین کے لیے تجوید القرآن و ناظرہ کی کلاس جاری ہے جس میں تقریباً 35 خواتین زیر تعلیم ہیں۔ ماہانہ خصوصی لیکچرز کے تحت مختلف شعبہ جات میں درج ذیل دروس کا انعقاد کیا گیا: "غزوہ بدر، اسلامی اخوت، تکمیلِ ایمان، اسلامی آدابِ معاشرت، غصہ کی ممانعت، ہر کام سلیقے سے، شرم و حیا، جزو ایمان، اللہ پر ایمان اور اس پر ثابت قدم، فرائض اور حلال و حرام کا التزام، تقویٰ، و حسنِ اخلاق اور تقدیر و توکل"، "ثقافت (فضول خرچی 14 اگست کے حوالے سے)، تعدادِ نماز، رکعاتِ نماز و اوقاتِ نماز"، "عبادات، دعا کی اہمیت، غیبت (اثرات)، اخلاصِ نیت و آدابِ تلاوت اور "بقائے پاکستان۔۔۔ نفاذِ عدلِ اسلام"۔ حلقات و دورات دینیہ کے تحت 11 خواتین امورِ خانہ داری تربیتی سلائی کورس میں شریک ہو رہی ہیں۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

خواتین سیکشن میں پرائمری و سیکنڈری کلاسز کی طالبات کے لئے "مینا بازار" کا انعقاد کیا گیا۔

"یومِ آزادی" سے متعلق سرگرمیاں منعقد کی گئیں۔ جس میں مسابقہ ملّی نغمے بھی شامل تھے۔ اور اساتذہ کے لیے تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

الحمد للہ اس ماہ رجوع الی القرآن کورس میں مسلمان خواتین کے دینی فرائض کے عنوان پر خصوصی محاضرہ منعقد ہوا۔ اس کے علاوہ حضرات و خواتین کے لیے ہفتہ وار قرآن فہمی کورس اور بچوں اور بچیوں کے لئے دینی تربیتی کورس جاری ہے اس ماہ خصوصی لیکچر سیریز (Pearls Of Islam) کا اختتام ہوا۔ دوران ماہ مسجد میں نمازِ فجر کے بعد ترجمہ قرآن اور بعد نماز عصر درس حدیث کا سلسلہ جاری ہے جس کی ذمہ داری جناب قاری غلام اکبر صاحب ادا کر رہے ہیں۔ نماز ظہر کے بعد اصلاحی خطبات کا مطالعہ جاری ہے جس کی سعادت نائب مدیر جناب سید جمیل احمد صاحب ادا کر رہے ہیں۔ ہر جمعہ بعد نماز عشاء درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے جس کی سعادت جناب استاذ انجینئر عثمان علی صاحب ادا کر رہے ہیں۔ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب حاصل کر رہے ہیں۔ اس ماہ مسجد میں تین نکاح مع رجسٹریشن منعقد ہوئے اور مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ بچوں کے لیے جاری ہے۔ ان بچوں کے لیے ہفتہ وار تربیتی نشست کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

رجوع الی القرآن کورس جاری ہے۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ کے تحت صبح 9 تا 12 بجے اور دوپہر ظہر تا عصر بچوں کے لیے قاعدہ و ناظرہ قرآن اور آدابِ زندگی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ مغرب تا عشاء بالغان کے لیے تجوید القرآن کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہے۔ ہفتہ اور اتوار حضرات و خواتین کے لیے ویک اینڈ کورس جاری ہے۔ بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب ادارہ ہذا میں حضرات و خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

الحمد للہ ادارہ ہذا کے شعبہ سندھی کے تحت ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتب اور رجوع الی القرآن کورس سالِ اول کی کتب کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے، رواں ماہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کتابچہ "نجات کی راہ" ترجمہ اور پروف ریڈنگ کے مراحل سے گزر کر مرکزی دفتر بھیج دیا گیا ہے، مزید کتب پر کام جاری ہے۔

ادارہ ہذا کے مدیر جناب فاروق احمد صاحب تنظیم اسلامی کے مدرسین کے لیے آن لائن عربی گرامر کی تدریس کر رہے ہیں، روزانہ دو علیحدہ کلاسز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

قرآن مرکز لانڈھی

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تحت شعبہ بنین کے درجہ حفظ میں 61 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 46 طلبا اور شعبہ بنات میں 51 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ البنین میں تذکیر کے حوالے سے تربیتی لیکچر منعقد ہوا جس میں تدریس کی ذمہ داری مسؤل مدرسہ حافظ محمد لقمان صاحب نے ادا کی۔ مدرسہ البنین میں بزم طلبا کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبا نے قراءت، حمد و نعت میں حصہ لیا۔ شعبہ حفظ میں ششماہی امتحان کا انعقاد ہوا۔ حلقات و دورات دینیہ کے تحت حضرات کے لیے قرآن فہمی ہفتہ وار کورس کا آغاز کیا گیا جس میں 14 حضرات شریک ہیں۔ خواتین کے لیے تجوید و عربی گرامر کلاس کا آغاز کیا گیا جس میں 12 خواتین شریک ہیں۔ شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت ہفتہ وار مجلس تذکیر بالقرآن کا سلسلہ جاری ہے۔ قرآن حکیم کی چھٹی منزل میں "سورۃ محمد ﷺ" کا مطالعہ بھی جاری ہے۔ اسی طرح خواتین کے لیے ماہانہ درس منعقد ہوا۔

شعبۂ ملٹی میڈیا

مطالبات قرآن :

قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مبنی "مطالباتِ قرآن" کے عنوان سے Qtv کے لیے قرآن اسٹوڈیو میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کی 35 - 35منٹ پر مشتمل ویڈیو ریکارڈنگز کا سلسلہ جاری ہے۔ الحمد للہ اس سلسلہ کے دو پروگرام Qtv پر ہفتہ اور اتوار کی شام 4 بجے نشر ہورہے ہیں۔ اب تک اس سلسلہ کے 71 پروگرام ریکارڈ ہو چکے ہیں جو کہ Qtv کو ایڈیٹنگ کے بعد فراہم کیے جا چکے ہیں۔

تعلیمات قرآن :

خلاصۂ مضامین قرآن کی بنیاد پر تیار کردہ 30 اقساط پر مبنی پروگرام بعنوان تعلیمات قرآن سماء ٹی وی پر صبح 7 بجے نشر کیا جارہا ہے۔

سیمینار بقائے پاکستان، نفاذ عدل اسلام :

تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام دی وینیو بینکوئٹ میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا، جس میں شعبہ ملٹی میڈیا کی جانب سے ایس ایم ڈی پروجیکشن، ساؤنڈ سسٹم اور پاور سپلائی کے لیے روابط کا معاملہ عمل میں آیا، اس کے علاوہ ایس ایم ڈی پروجیکشن کے لئے مواد کی تیاری، سوشل میڈیا پر براہ راست نشر کرنا اور ریکارڈنگ کے ساتھ ساتھ تشہیر کی ذمہ داری بھی شعبہ کی جانب سے ادا کی گئی، بعد ازاں ریکارڈنگ کو ایڈٹ کر کے مرکزی چینلز پر شائع کیا گیا۔

درسِ قرآن ڈاٹ کام :

درسِ قرآن ڈاٹ کام کو گزشتہ ماہ 3 متفرق عنوانات کے کلپس ریکارڈ کر کے فراہم کیے گئے۔

آسان عربی گرامر :

رجوع الی القرآن کورس میں جاری آسان عربی گرامر کی پریزینٹیشن کی از سر نو اعلیٰ طرز پر تیاری اور اس کی ریکارڈنگ کے سلسلہ کا آغاز کیا گیا ہے، اس سلسلہ کی اب تک 59 کلاسز ریکارڈ کی جا چکی ہیں، جبکہ 29 اسباق کی پریزینٹیشن کی تیاری کا عمل مکمل ہو گیا ہے۔

خطبات جمعہ (نگران انجمن شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ) :

اِہ اگست 2023ء میں مسجد جامع القرآن (قرآن اکیڈمی ڈیفنس) میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے

والے خطبۂ جمعہ کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی جسے مرکزی تنظیم اسلامی کے یوٹیوب چینل کے علاوہ انجمن کے آفیشل یوٹیوب چینلز پر اپلوڈ کیا گیا :

1 . بقائے پاکستان --- نفاذِ عدلِ اسلام

2 . رب، فرد اور بندوں سے متعلق عدل کے تقاضے

اس کے علاوہ قرآن اکیڈمی کراچی اور لاہور میں ہونے والے تمام خطباتِ جمعہ میں سے مختصر دورانیہ کے کلپس کا کام بھی شعبہ ملٹی میڈیا کی جانب سے کیا جا رہا ہے۔

خطباتِ جمعہ (محترم عامر خان صاحب حفظہ اللہ) :

ماہِ اگست 2023ء میں جامع مسجد شادمان ٹاؤن میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوعات پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگز کی گئیں جنہیں انجمن کی ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا :

1 . نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت (حصہ دوم)

2. نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت (حصہ سوم)

2 . عدل کی ضرورت، اہمیت اور فضیلت

3. تین اوامر اور تین نواہی

روشنی (ریڈیو پاکستان) :

ریڈیو پاکستان پر روشنی کے عنوان سے نشر ہونے والے پروگرام کے لیے نگرانِ انجمن محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے 2 لیکچرز ریکارڈ کر کے ان کی آڈیو ریکارڈنگز ریڈیو پاکستان کو فراہم کی گئیں۔

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد و منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

☆ عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔

☆ قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔

☆ علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔

☆ ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور

☆ ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن 375 – B، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021